معالم العرفان فی دروس القرآن کا تحقیقی وتقابلی جائزہ

*شازیہ فخر بلوچ
**پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا

Abstract

In this article a critical study about the Darus (Lectures) of Maulana Hamid Swati has been done. This research indicates that the style of life of Sofi Swati is totally different than those of other exegetes. In this article, it is suggested that Swati seems to be a spokesman of Shah Walliullah. Further, Swati indicates and rejects those views and concepts which have created wrong notions among the masses. The style which Swati represents is those of orthodox scholars. Therefore, he does not allow the void customs to enter into Islamic creed.

مولانا عبدالحمید سواتی شنکیاری سے آگے کڑمنگ بالا کے قریب چیڑاں ڈھکی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام نور احمد خان ہے اور دادا کا نام گل احمد خان ہے۔ قوم سواتی (پٹھان) ہے۔ بچپن میں ہی والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور آپ اپنے بھائی مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے ہمراہ دینی تعلیم کے لئے مختلف دینی درسگاہوں میں معروف اہل علم سے استفادہ کرتے رہے۔ 1926ء میں ملک پور میں پڑھے پھر مانسہرہ آئے۔ 1930ء کے لگ بھگ مولانا غلام غوث ہزاروی سے پڑھا۔ بٹل کے قریب کھکھو میں آپ نے مولوی محمد عیسیٰ سے قرآن پڑھا۔ 1935ء کے قریب لاہور میں میرانشاہ محلّہ میں قاری غلام محمد سے علم صرف پڑھی۔ اس کے بعد ضلع سیالکوٹ میں وڈالہ سندھواں میں آپ نے ابتدائی کتابیں صرف بہائی، میزان الصرف، نحو میر، گلستان، بوستان وغیرہ پڑھیں۔ کچھ عرصہ سرگودھا میں بھی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں ملتان میں حضرت مفتی عبدالکریم سے تعلیم حاصل کی۔ پھر

*لیکچرر، گورنمنٹ گرلز کالج، شجاع آباد
**چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

جہانیاں منڈی میں مولانا غلام محمد سے قطبی اور مقامات وغیرہ پڑھیں۔

1941ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔اس وقت دیوبند میں شیخ الحدیث مولانا سید حسین احمد مدنی بطور مہتمم تھے۔ان سے دورہ حدیث پڑھا اور شرح عقائد، مشکوٰۃ المصابیح، ہدایہ اخیرین کا امتحان مولانا محمد ابراہیم بلیاوی کو دیا۔دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد دارالمبلغین لکھنو میں مولانا عبدالشکور لکھنوی سے استفادہ کیا اور فن مناظرہ سیکھا۔پھر طبیہ کالج حیدرآباد (دکن) میں طب کا چار سالہ کورس کیا۔کچھ عرصہ گوجرانوالہ میں طب کرتے رہے بعد میں چھوڑ دی۔

انہوں نے تجوید و قرأت مولانا قاری اعزاز احمد سے پڑھی۔ان سے مشق بھی کی۔فوائد المکیہ ، تحفۃ الاطفال کا مطالعہ بھی آپ نے کیا۔

مذکورہ تفسیر آپ کے وہ دروس قرآن کریم ہیں جو جامع مسجد نور میں فجر کی نماز کے بعد آپ ہفتہ میں چار دن (ہفتہ، اتوار، سوموار اور منگل) کو عوام الناس کے سامنے بیان فرماتے تھے جنہیں ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ کرنے کے بعد صفحہ قرطاس پر منتقل کیا گیا اور صوفی عبدالحمید سواتی نے اس پر نظر ثانی فرما کر حذف و ترمیم اور اضافہ جات کے ساتھ انہیں شائع کرایا۔یہ اردو زبان میں اس وقت دنیا کی سب سے بڑی تفسیر سمجھی جاتی ہے جو پورے پانچ سو کیسٹس میں محفوظ ہے اور تقریباً سترہ ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور بیس ضخیم جلدوں میں منصۂ شہود پر خواص و عوام کی ضروریات کو پوری کر رہی ہے۔

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن صوفی عبدالحمید سواتی کے دیے گئے دروس کو یکجا کر کے تیار کی گئی ہے۔اس کے لئے وہ سلف صالحین پر اعتماد کرتے ہوئے تفسیر بالرائے کو حرام سمجھتے ہیں (1) اور فرماتے ہیں:

تفسیر بالرائے یعنی محض اپنی ذاتی رائے سے قرآن پاک کی تفسیر کرنا حرام ہے۔اگر کوئی شخص ایسی رائے رکھتا ہے جو قرآن پاک کی روح کے مطابق نہیں ہے اور پھر وہ اسے قرآن کی کسی سورۃ یا آیت پر چسپاں کرتا ہے تو یہ انتہائی درجے کی گمراہی ہوگی۔حقیقت یہ ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ اور تمام سلف صالحین اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق قرآن حکیم کی تفسیر کرتے رہے ہیں اور کسی نے اللہ کی منشاء کے خلاف اپنی رائے کو داخل نہیں ہونے دیا۔اُن کے نزدیک تفسیر بالرائے ڈاکہ چوری اور زنا سے بھی بڑا جرم ہے۔(2) کہتے ہیں:

حضوراکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"من قال فی القران برأیه فلیتبوا مقعده من النار"(3)

جس شخص نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی (یا ایسی بات کی جس کو وہ نہیں جانتا) تو ایسا شخص اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تلاش کرے۔

اسی طرح حضوراکرم ﷺ نے فرمایا:

"من قال فی القران برأیه فقد أخطا" (4)

جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اس نے غلطی کی اگرچہ اُس نے ٹھیک بات کی ہومگر پھر بھی اُس نے اپنی ذاتی رائے شامل کرکے غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

امام ابن کثیر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کسی نے پوچھا کہ **فَاکِھَۃً وَ اَبًّا** میں **فاکھه** کا مطلب تو معلوم ہے ابا کا مطلب کیا ہے۔اس پر آپ نے فرمایا کہ **اَیّ سمآءٍ تظلنی وایّ ارض تقلنی اِذا انا قلت فی کتب الله ما لا اعلم(5)**

اورکون سی زمین مجھ کو اٹھائے گی جب میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں ہے۔مقصد یہ ہے کہ تکلف نہیں کرنا چاہیئے جس کا علم نہ ہو وہ اپنی رائے سے نہیں بتانا چاہیئے بلکہ صاف کہہ دینا چاہیئے کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

عبدالحمید سواتی فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کی تباہی کی بڑی وجہ غلط تفسیر ہے خود مسلمانوں میں کتنے نام نہاد مفسرین ہیں جنہوں نے قرآن پاک کی غلط تفسیر کی ہے۔عبداللہ چکڑالوی کا دماغ خراب ہوا اس نے غلط تفسیر کرکے لوگوں کو گمراہ کیا۔کبھی نمازوں کی تعداد دو بتائی کبھی تین بتائی۔اس طرح سرسید سے غلطی ہوگئی حالانکہ اس نے بڑے اچھے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی تھی مگر معجزات کا انکار کیا اور من مانی تعبیر کی۔غلام احمد پرویز نے قرآن کریم کے نام پر دنیا میں کفر پھیلایا ہے۔یہ لوگ قرآن کریم میں تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں اور لوگوں کو تباہ برباد کیا ہے"۔(6)

پھر کہتے ہیں:

''مولانا مودودی نے تفسیر میں بہت سی غلطیاں ہوئیں۔اور یہ کہ مولانا امین اصلاحی نے واقعہ معراج کو خواب سے تعبیر کردیا ہے حالانکہ 46 صحابہ سے یہ واقعہ تواتر کے ساتھ منقول ہے"۔

انہوں نے اسے خواب کا واقعہ قرار دیا ہے۔اگر یہ خواب کا واقعہ تھا تو پھر تو مشرک لوگ کس بات کا جھگڑا کرتے ہیں۔خواب میں تو سب ممکن ہے۔اسی طرح احمد رضا خان نے قرآن پاک کے الفاظ کے غلط ترجمے کئے

ہیں اوراس طرح قرآن پاک میں تحریف کے مرتکب ہوئے۔آج بڑے اچھے اچھے تراجم بھی موجود ہیں۔ان میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اورمولانا محمود حسنؒ کا ترجمہ شامل ہیں۔(7)

معالم العرفان فی دروس القرآن کا انداز،تفسیر القرآن بالقرآن،تفسیر القرآن بالحدیث واقوال صحابہ کا ہے اوراس انداز سے یہ تفسیر طریقہ محدثین وسلف صالحین کی نمائندہ تفسیر کہلاسکتی ہے۔

یہ تفسیر اپنے انداز میں مختلف انواع واقسام کے مضامین سمیٹے ہوئے ہے۔

صوفی صاحب جب سورتوں کی تفسیر کا آغاز کرتے ہیں تو اس کے آغاز میں ہی وہ سورتوں کے متعلق اہم معلومات فراہم کردیتے ہیں اوراُن کی بنیادی معلومات کو باربار دہراتے نہیں ہیں۔

سورتوں اورآیتوں کی ترتیب کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔سورتوں کی اقسام بلحاظ طوالت،سورۃ کی وجہ تسمیہ،مکی مدنی سورتیں،ترتیب وتلاوت کی حکمت،فضیلت سورۃ اورمضامین سورۃ بیان کرتے ہیں۔زمانہ نزول اور خلاصہ کلام کو بھی زیر بحث لاتے ہیں۔غرض سورۃ کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرتے ہیں اورکوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑتے۔(8)

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کو جہاں دیگر عقلی ونقلی علوم میں مقام حاصل تھا انہیں لغت کے میدان میں بھی کمال حاصل تھا۔

کلام پاک کی تفسیر کرتے ہوئے صوفی صاحب جہاں دیگر علوم میں اپنی مہارت کا لوہا منواتے ہیں وہ آیات مبارکہ کی لغوی تحقیق بھی بڑے احسن انداز سے کرتے ہیں۔پورے تفسیری کام میں اس طرز کی جھلک نمایاں ہے۔

جب کفر کا اطلاق شریعت کی اصطلاح میں کیا جاتا ہے تو اُس کا خاص مفہوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جو چیز حضوراکرم ﷺ کے دین سے قطعی اوریقینی طور پر ثابت ہو شک وشبہ والی بات نہ ہو اس چیز کا منکر کافر کہلاتا ہے اور یہ انکار کفر کہلائے گا خواہ کسی ایک چیز کا انکار ہو یا تمام چیزوں کا۔(9)

صوفی صاحب کی تفسیر کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنی تفسیر میں بہت سے اشعار بھی تحریر کیے جو کہ اردو،عربی اورفارسی زبانوں میں ہیں۔مثلاً

یا ایها الّذین اٰمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد(10)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عربی زبان میں غد کا معنی آنیوالا کل ہے تاہم غد کا لفظ مستقبل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے عربی ادب میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً

ترجوا غدًا وَّ غدًا کحاملة

فی الحی لا یدرون ما تلد

تم کل کی امید رکھتے ہو مگر کل تو حاملہ عورت کی طرح ہے جس کے متعلق کچھ بھی علم نہیں کہ وہ کیا جنے گی۔

واعلم ما فی الیوم والامس قبله

والکنی عن علم ما فی غدعم

میں تو آج کی بات جانتا ہوں اور جو کل گزر گیا۔ لیکن جو کل آنے والا ہے اُس کے علم سے بے خبر ہوں۔

اعاذل ما یدریک ان منیتی

اية ساعة فی الیوم اوفی ضحی الغد

مجھے ملامت کرنے والو تم کیا جانتے ہو کہ میری موت کس گھڑی میں واقع ہوگی آج یا کل دوپہر کے بعد آئے گی۔(11)

اور ترک دعا کے مسئلہ پر فرماتے ہیں:

مرضی یار کے خلاف نہ ہو

اس لئے لوگ میرے لئے دعا نہ کریں: اور

خدا جب راز عسرت جانتا ہے

کہوں تو کیا کہوں آخر خدا سے (12)

انہوں نے اپنی تفسیر میں حضرت علیؓ، شیخ سعدی، رومی، جامی، اور علامہ اقبال، حفیظ جالندھری، میر تقی میر، مجید لاہوری، حسرت موہانی اور جاھلی اشعار کے علاوہ بہت سے اشعار کا موقع محل کے حساب سے استعمال کیا ہے۔

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کی تفسیر میں احادیث سے استدلال کا اسلوب بھی واضح طور پر نظر آتا ہے وہ ایک مسئلہ میں کئی احادیث کو پیش کرتے ہیں۔ جیسے ظلمت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں (13) کہ مسلم کی روایت میں

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

انَّ هذه القبور مملوة ظلمة على اهلها(14)

الظلم ظلمات يوم القيمه(15)

اسی طرح ایک اور جگہ صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین کے بطور نمونہ ہونے کی بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں (16) کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین کے متعلق یہ فرمایا:

انتم شهدا الله فى الارض (17)

پھر لکھتے ہیں:

ان الله جعل الحق على لسان عمر و قلبه(18)

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی ایک منفرد خوبی جو اسے دوسری تفاسیر سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ کہ علمی مسائل کا حل مثالوں سے پیش کرتے ہیں جس سے اس تفسیر کی افادیت اور بھی بڑھ جاتی ہے یوں تو پوری تفسیر میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں لیکن یہاں ایک مثال بطور نمونہ پیش کی جا رہی ہے۔

سورۃ البینہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سورۃ البینہ میں بیان کردہ نظام قرآن پاک کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ کام جماعتی طور پر انجام دیا جانا چاہئے۔ انہی چیزوں کی بجا آوری کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **علیکم بالجماعة** (19) کہ جماعت کو لازم پکڑو۔ اس سے علیحدگی اختیار نہ کرو کیونکہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہو گیا تو اس کی مثال اس بکری کی ہے جو اپنے ریوڑ سے الگ ہو جائے اور اسے بھیڑیا کھا جائے۔ فرمایا کہ اگر جماعت سے الگ ہو جائے تو شیطان تمہیں گمراہ کر دے گا اگر جماعت کے ساتھ وابستہ ہو گا تو بچے رہو گے۔

اب دیکھئے کہ اگر کوئی شہر میں رہتا ہے تو وہ نظام الٰہی کے مطابق جماعت بنا کر سب سے پہلے اپنے محلے کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے گا جب اس میں کامیابی حاصل کر لے گا تو سارے شہر کی اصلاح کرے گا۔ الٰہی نظام کا یہ خاصہ ہے کہ کوئی شخص انفرادی طور پر ٹھیک نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا اس کی کوشش ہو گی کہ اس کے ساتھی بھی ٹھیک ہوں لہٰذا وہ اپنے ماحول کی اصلاح کی کوشش کرے گا۔ ان اجتماعی مساعی کی بدولت جب شہر کا ماحول درست ہو جائے گا تو پھر اس کی خواہش ہو گی کہ وہ ملک کا ماحول درست کرے۔ لہٰذا وہ پورے ملک کی اصلاح

کرے گا تو لامحالہ یہ خیال پیدا ہوگا کہ بیرون ملک کے برے اثرات کہیں ملکی فضا کو خراب نہ کر دیں لہٰذا دوسرے ممالک بھی ٹھیک ہونے چاہئیں لہٰذا وہ دوسرے ملکوں کی اصلاح کے پروگرام بنائے گا اور اسی طرح یہ الٰہی نظام پوری دنیا میں رائج ہوجائے گا۔(20)

تحقیقی وتنقیدی انداز:

معالم العرفان کے اسلوب بیان کی ایک اور خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں تحقیقی وتنقیدی انداز پایا جاتا ہے اور یہ انداز اس تفسیر کی مختلف جگہوں پر بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ انداز بیان اس وقت اور بھی زیادہ نظر آتا ہے کہ جب مولانا صاحب دوسری تفاسیر پر گرفت کرتے ہیں مثلاً سورۃ یونس کی آیت 98 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب کی وعید تو سنا دی مگر اس موقع پر آپ سے ایک اجتہادی خطاء سرزد ہوگئی۔انبیاء علیہ السلام چونکہ عام انسانوں کی نسبت زیادہ بلند مرتبت ہوتے ہیں اللہ کے مقربین میں شامل ہوتے ہیں اس لئے اجتہادی خطاء پر ان کی سخت گرفت ہوجاتی ہے۔حضرت یونس علیہ السلام سے لغزش یہ ہوئی کہ عذاب کی وعید سنانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس بستی سے نکل گئے۔سورۃ انبیاء میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اذ ذھب مغاضباً(21) جب وہ قوم سے ناراض ہوکر غصے میں نکل گئے غصہ یہ کہ ان لوگوں کو اتنا لمبا عرصہ تبلیغ کی مگر یہ جانتے ہی نہیں فظن ان لن نقدر علیه (22) انہوں نے خیال کرلیا کہ اللہ تعالیٰ اُن پر تنگی نہیں ڈالے گا۔یہ حضرت یونس علیہ السلام کی اجتہادی خطا تھی انہیں اللہ کے حکم کے بغیر بستی کو نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔

اس کے متعلق مولانا مودودی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں (23) صوفی سواتی فرماتے ہیں یہ بات درست نہیں ہے اور اس میں رائی کے دانے کے برابر بھی کوتاہی نہیں ہوئی۔

حضرت مفتی مولانا محمد شفیع صاحب بھی اس کی تردید اپنی تفسیر میں کرتے ہوئے کہتے ہیں اگر نبی فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبوت کے منصب عالیہ کے لائق ہی نہیں۔امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ کوئی نبی فریضہ رسالت کی ادائیگی میں ذرہ بھر بھی کوتاہی نہیں کرتا۔یونس علیہ السلام سے معمولی لغزش یہ ہوئی تھی کہ وہ اللہ کے حکم کا انتظار کئے بغیر بستی سے نکل گئے۔(24)

اسی طرح سورۃ ص کی آیات 46 اور 47 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں عصمت انبیاء سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو گارنٹی حاصل ہوتی ہے کہ اُن سے گناہ سرزد نہیں ہونے دیا جاتا۔فرشتے تو سارے

معصوم ہیں البتہ انسانوں میں یہ شرف صرف انبیاء کو حاصل ہے اور تمام مفسرین، محدثین، محققین اور اہل حق کا اس پر اتفاق ہے۔ اللہ کے نبی صغائر اور کبائر سے پاک ہوتے ہیں۔

صوفی صاحب نے اپنی تفسیر میں تمام تاریخی معلومات کو دیگر کتب سے استخراج کر کے اپنی تفسیر میں پیش کیا ہے۔ غزوات کے واقعات ہوں یا زمانہ امن کے اور امتوں کے حالات ہوں یا انبیاء کرام کے صوفی صاحب نے اُن کے متعلقہ تاریخی معلومات دیگر کتب سے اخذ کر کے اپنی تفسیر میں نقل کئے ہیں۔

سورۃ آل عمران کی تفسیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق واقعات کو تفصیل سے بیان کیا ہے اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق تاریخی معلومات اور دیگر تاریخی مضامین کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق بھی تاریخی معلومات اور تاریخی مضامین بھی وضاحت سے بیان کئے ہیں اور اسی طرح بنی اسرائیل کے حالات و واقعات کا تفصیلاً ذکر ملتا ہے۔ (25)

تفسیر معالم العرفان میں غزوات سے متعلق بہترین معلومات دستیاب ہیں۔ جنگ بدر، جنگ احد اور دوسرے غزوات سے متعلق تمام معلومات پیش کی گئی ہیں اور ساتھ ان کے پس منظر حالات و واقعات کی وضاحت کی گئی ہے۔

اصلاحی پہلو:

صوفی عبدالحمید سواتی میں مسلمانوں کی سچی ہمدردی اور خیر خواہی پائی جاتی ہے جس کا وہ اپنی تفسیر میں جا بجا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کی بدحالی پر تڑپتے ہیں اور کڑھتے ہیں اور ان کی بنیادی خرابیوں سے انہیں آگاہ کرتے ہوئے ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے سیاسی، معاشی، معاشرتی، تجارتی اور دیگر جملہ امور میں غیر مسلم اقوام کی بجائے قرآن کو اپنا راہ نما بنائیں۔ یہی بات انہیں شاہ ولی اللہ کے قریب کر دیتی ہے۔

قرآن مجید کی آیت **یسئلونک ما ذا ینفقون** (26) کی تفسیر میں لکھتے ہیں الغرض اسلامی معاشرہ کی تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ کمزوروں اور محتاجوں کی اعانت کی جائے تا کہ وہ سوسائٹی میں باعزت مقام حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مدات پر مال صرف کرنے کا حکم دیا ہے۔ برخلاف اس کے غیر ضروری اور ناجائز کاموں پر خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے اور اسے اسراف سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دیواروں پر پردے لٹکانے اور تصاویر آویزاں کرنے کا حکم تو نہیں دیا۔ ناچنے، گانے اور عیاشی و فحاشی سے منع فرمایا ہے بلکہ محتاج و ناتواں کی دست گیری کا

حکم دیا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین اور سلف صالحین کے دور کا مطالعہ کریں کہ وہ غریب طبقوں کی کس طرح مدد کرتے تھے۔اُن کی عزت نفس کا خیال رکھتے تھے۔اُن کے احساس تک کو مجروح ہونے سے بچاتے تھے۔اُن کی ضرورت خفیہ طریقے سے اُن کے گھروں پر پہنچا دیتے تھے۔

اسلامی سوسائٹی کا معیار تو یہ ہے اور انسانیت کا مقام تو اس طرح بلند ہوتا ہے مگر آج ہمارا شیوہ یہ ہے کہ گرے پڑے کو اٹھانے کی بجائے اسے بالکل ختم کرنے کے درپے ہیں۔امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو رہا ہے۔ اپنے عیش و آرام کی خاطر دوسروں کا خون چوسا جا رہا ہے، مگر اسلامی سوسائٹی کی تعمیر کے لئے مستحقین کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔والدین کو گھر سے نکالا جا رہا ہے۔قرابت داروں سے عناد ہے۔پڑوسی بھوکا ہے تو کوئی پرواہ نہیں۔یہ انٹر کانٹی نینٹل میں داد عیش دے رہے ہیں۔غریب کے پاس دوائی لینے کے لئے پیسے نہیں مگر یہ بلاضرورت اپنے نفس پر خرچ کر رہے ہیں۔(27) ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

’’بدقسمتی یہ ہے کہ آج کا مسلمان بھی اپنے دین پر اعتماد نہیں کرتا۔آج کے مسلمان بھی یہی سمجھتے ہیں کہ جب تک غیر اقوام کی شاگردی اختیار نہیں کریں گے ترقی نصیب نہیں ہوگی‘‘۔(28)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

’’مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی بجائے اغیار کے مشوروں کے سہارے چل رہے ہیں کوئی معاملہ ہو سیاسیات ہو یا اقتصادیات، زراعت ہو یا تجارت ہر چیز میں غیر مسلم دخیل ہیں‘‘۔(29)

درج بالا اقتباسات میں صوفی عبدالحمید سواتی نے عام معاشرتی خرابیوں کا ذکر کیا ہے جن سے معاشرے میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے اور احساس محرومی میں اضافہ ہوتا ہے اور پھر ان معاشرتی خرابیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا گیا ہے۔نیز مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں غیر مسلم اقوام کی بجائے اسلام اور قرآن سے راہ نمائی حاصل کریں۔

فلسفۂ شاہ ولی اللہ کے مؤید:

معالم العرفان میں فلسفہ ولی اللہی کے متفرق کتابوں میں بکھرے ہوئے گراں قدر جواہرات آسان اور عام فہم الفاظ میں بکثرت ملتے ہیں۔

مثلاً قرآن مجید کی آیت:

ایاک نعبد و ایاک نستعین (30)

کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسان کی حقیقی سعادت اللہ تعالیٰ کی عبادت پر موقوف ہے۔اگر انسان اللہ تعالیٰ کی صحیح طریقے سے عبادت کریں گے تو اُن کو سعادت نصیب ہو سکے گی اس کے بغیر کوئی آدمی سعادت مند نہیں ہوسکتا''۔(31)

گویا عبدالحمید سواتی نے شاہ ولی اللہ کی فکر کی روشنی میں انسان کی حقیقی سعادت مندی کی نشان دہی کی ہے کہ دنیا کامل جانا اصل سعادت مندی نہیں بلکہ اصل سعادت مندی اللہ کی عبادت میں ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی آیت:

یا ایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ(32)

کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حکمت کے مطابق کوئی بھی قوم ترقی کی پانچ منازل طے کئے بغیر برسرعروج نہیں پہنچ سکتی۔ترقی یافتہ قوم کی پہلی منزل تہذیب الاخلاق ہے اور دوسری تدبیر منزل،ترقی یافتہ قوم کی تیسری منزل تدبیر مدینہ ہوتی ہے۔چوتھی منزل اصلاح ملک سے متعلق ہوتی ہے اور پانچویں منزل خلافت کبریٰ کی ہے جس کے ذریعے تمام جہان کی اصلاح مطلوب ہوتی ہے''۔(33)

اس اقتباس سے شاہ ولی اللہ کے فلسفے کی روشنی میں کسی بھی قوم کی ترقی کی راہ کا تعین ہوتا ہے۔ایک اور مقام پر شاہ ولی اللہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

''جو سوسائٹی اپنے غریبوں اور محتاجوں کا خیال نہیں رکھتی وہ مٹا دینے کے قابل ہے''۔(34)

گویا عبدالحمید سواتی اپنی تفسیر میں فکر ولی اللہی سے متاثر نظر آتے ہیں اور تفسیر میں جا بجا ان کے فلسفے کی وضاحت کرتے ہیں۔

معالم العرفان میں دور حاضر کے باطل نظامات، سرمایہ داری، سوشلزم اور کمیونزم جیسی تحریکات کی تفصیل سے حقیقت بیان کی گئی اور ان میں موجود خامیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

حنفی فقہ کی ترجمانی:

صوفی عبدالحمید سواتی اپنی تفسیر میں بعض اوقات فقہی آیات کے ضمن میں فقہی مسائل تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فقہاء کرام کے مابین اختلافات کا ذکر بھی کرتے ہیں اور اکثر مقامات پر فقہ حنفی کے دلائل کو ترجیح دیتے ہیں۔

مثلاً مسئلہ ولایت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اختلاف ہے کہ آیا عاقلہ بالغہ عورت بغیر ولی کے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اس کے حق میں ہیں جبکہ امام شافعی کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ دونوں طرف دلائل موجود ہیں تاہم امام اعظمؒ کی رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے''۔ (35)

اسی طرح مدت رضاعت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''رضاعت یعنی دودھ پلانے کی مدت کے متعلق فقہائے کرام کے مختلف اقوال ہیں جن فقہائے کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے وہ رضاعت کی مدت دوسال بتاتے ہیں ''حولین کاملین'' (36) مگر امام مالک دوسال تین ماہ کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ رضاعت کی انتہائی مدت اڑھائی سال ہے۔ وہ سورۃ احقاف کی آیت ''وحملہ و فصلہ ثلثون شھرا'' (37) یعنی حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ جو کہ اڑھائی سال بنتے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو دوسال کا ذکر ہے تو یہ قانونی مدت رضاعت ہے۔ قانونی حیثیت سے دوسال تک دودھ پلانا ضروری ہے۔ تاہم زیادہ سے زیادہ مدت اڑھائی سال ہے۔ تاہم کسی کو دوسال سے زیادہ عرصہ کے لئے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اخلاقی طور پر ماں رضامند ہو تو ایسا ہوسکتا ہے''۔ (38)

اس طرح تفسیر میں دیگر ایسے بہت سے مقامات ہیں جہاں صوفی عبدالحمید سواتی نے فقہی اختلافات کو تفصیلاً بیان کیا ہے اور حنفی فقہ کو ترجیح دی ہے۔

معالم العرفان میں قرآن مجید کی آیات کے مابین باہمی ربط پیدا کرنے کے لئے باقاعدہ ''ربط آیات'' کے نام سے اکثر آیات کی تفسیر سے قبل عنوان دیا گیا ہے لیکن آیات کے مابین حقیقی ربط یا نظم نہیں بتایا جاتا تاہم بعض مقامات پر واقعی ربط بیان کرتے ہیں۔

مثلاً قرآن مجید کی آیت:

الم تر الی الملاء من بنی اسرآئیل من بعد موسیٰ (39)

کا ماقبل آیت سے ربط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گذشتہ آیت کریمہ جہاد کے مسئلہ میں بمنزلہ تمہید تھی۔اس میں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کی ترغیب دی گئی تھی اوران آیات میں جہاد ہی کے متعلق تنظیم کا تذکرہ ہے۔جہادایک اجتماعی مسئلہ ہےاوراس کے لئے تنظیم کا ہونا بہت ضروری ہے۔(40)

تقابلی اسلوب:

صوفی عبدالحمید سواتی نے اپنی تفسیر میں تقابلی اسلوب اختیار کیا ہے۔وہ بہت سے مسائل کو بیان کرتے ہوئے اُس کا تقابل دوسرے مذاہب سے کرتے ہیں اور دونوں مذاہب کے دلائل پیش کرتے ہیں مثلاً اس آیت مبارکہ کی

یاایھا النبی اذا طلقتم النسآء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدة ج(41)

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’طلاق کے مسئلہ میں دیگر مذاہب افراط وتفریط کا شکار ہیں۔یہودیوں میں طلاق کوایک معمولی چیز سمجھا جاتا ہے جب چاہا بلاقصور طلاق دے دی اور پھر عورت کے لئے بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔وہ طلاق کے فوراًبعد نکاح ثانی کرنے کی مجاز ہے۔اس کے برخلاف نصاریٰ میں ازروئے انجیل طلاق کی گنجائش بہت کم ہے۔عورت کے زانیہ ہونے کے علاوہ طلاق کے لئے کوئی عذر قابل قبول نہیں اگر اس واحد عذر کے بغیر کوئی شخص طلاق دے دے تو وہ طلاق ہی شمار نہیں ہوتی اور اگر ایسی عورت نکاح ثانی کرے تو وہ زنا شمار ہوتا ہے اسی طرح ہندوؤں میں نکاح تازیست ہوتا ہےاور طلاق کی کوئی گنجائش نہیں خواہ حالات کتنے بھی خراب ہوجائیں۔غرضیکہ دیگر مذاہب میں اس مسئلہ میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس نے اعتدال کی تعلیم دی ہے چنانچہ اگر اسلام میں نکاح تازیست ہوتا ہے جس میں عدم نباہ کی صورت میں فی الجملہ طلاق کی گنجائش رکھی گئی ہے‘‘۔(42)

اسی طرح ایک اور جگہ عدت کے مسائل کوزیر بحث لاتے ہوئے صوفی عبدالحمید سواتی فرماتے ہیں:

’’یہودیوں میں عدت کا کوئی نظریہ نہیں۔ان کی عورتیں طلاق یا بیوگی کی صورت میں فوراًدوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں۔ ہندوؤں میں ایسی عورتیں ساری عمر سوگ مناتی ہیں انہیں نکاح ثانی کی اجازت نہیں۔اول تو وہ خاوند کے ساتھ ہی زندہ جل جاتی ہیں اگر ایسا نہیں کیا تو ساری عمر یونہی بیٹھی رہیں گی۔بہرحال یہ افراط وتفریط ہے۔اسلام دین فطرت

ہے اور افراط وتفریط سے پاک ہے۔ اس میں نکاح کے حقوق اور نسب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام نے ایسے احکام جاری کئے ہیں کہ نہ تو انسان کا نسب خراب ہو نہ اخلاق میں بگاڑ پیدا ہو اور نہ ہی کوئی چیز حیا کے خلاف ہو‘‘۔ (43)

صوفی عبدالحمید سواتی بنی اسرائیل سے منسوب واقعات بیان کرتے ہیں پھر اُن کی صحت کو جانچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ دیگر اسرائیلی روایتوں کی طرح ایک روایت ہی ہے یعنی اُس کی تصدیق نہیں کرتے۔

مثلاً اس آیت:

وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت (44)

کی تفسیر کرتے ہوئے اس واقعہ کی بہت سے تفسیری روایتوں مثلاً تفسیر بیضاوی، مظہری، طبری اور بیان القرآن کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت **وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت** میں لفظ ما نافیہ ہے یعنی بابل کے مقام پر ہاروت و ماروت پر کوئی چیز نہیں اتاری گئی۔ یہ سب جھوٹے قصے ہیں جو بیان کئے جاتے ہیں اور واقعہ کو تفصیلاً بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ بنی اسرائیل کی روایت کردہ روایتوں میں سے ایک روایت ہے۔ (45)

صوفی عبدالحمید سواتی بعض جگہوں پر کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین کے مابین تقابل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً

الٓمٓ (46)

کی تفسیر کرتے ہوئے حروف مقطعات پر مفسرین کے مباحث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (47)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ:

’’صحابہ کرام میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے حروف مقطعات کی کرید کی ہو جس طرح حضور اکرم ﷺ نے فرما دیا صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین نے تسلیم کر لیا مگر بعض ذہن تحقیق پسند ہوتے ہیں وہ معاملہ کی تہ تک پہنچنا چاہتے ہیں اُن کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن حروف کے معانی ہی معلوم نہیں اُن کے نازل کرنے کا فائدہ کیا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے دور میں بعض عجمی ذہن کے لوگ تھے جو ان کے متعلق سوال کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں بھی بعض لوگوں نے ان الفاظ کے معانی پوچھے تھے! بعض نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے الٓمٓ کا مطلب پوچھا انہوں نے تقریب ذہن یعنی ذہن کو قرآن کریم کے قریب کرنے کے لئے کچھ معانی بتا دیئے اس کے بعد دوسرے مفسرین کرام نے بھی اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان الفاظ کے معنی بیان فرمائے مگر ان میں کوئی معنی قطعی نہیں محض احتمال اور ظن غالب سے کچھ معنی بیان کر دیئے ہیں تاکہ ذہن قرآن پاک سے مانوس رہے چنانچہ اس

سلسلہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین اور سلف صالحین کے اقوال ملتے ہیں‘‘۔(48)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے:

’’**بکل کتاب سر** یعنی ہر کتاب میں کوئی نہ کئی راز کی بات ہوتی ہے جو واضح نہیں ہوتی بلکہ پوشیدہ ہوتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں و **سیر القرآن او آئل السور** یعنی قرآن پاک کے اسرار اس کی ابتدا میں حروف مقطعات ہیں‘‘۔ (49)

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے منقول ہے:

’’**لکل کتاب صفوہ** کہ ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی منتخب بات ہوتی ہے اور قرآن کریم میں ایسی بات حروف تہجی الم وغیرہ ہیں جنہیں ہر آدمی کا سمجھنا ضروری نہیں‘‘۔(50)

امام عامر بن شرجیل المعروف امام شعبی جنہوں نے 500 صحابہ کی زیارت کی اور اُن سے علم حاصل کیا اور آپ امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں فرماتے ہیں:

’’**سر الله فلا تطلبوا** یہ اللہ کے راز ہیں ان کے پیچھے مت پڑو۔ ہوسکتا ہے کہ انہیں سمجھنے میں ناکام رہو اور غلط چیز میں مبتلا ہو جاؤ لہٰذا تم انہیں صرف پڑھ لیا کروٗ‘‘۔(51)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

’’اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا کرتے ہیں جو مومن ان حروف کو پڑھے گا اسے تیس نیکیاں حاصل ہوں گے یہی بہت بڑی غنیمت ہے لہٰذا ان کے معانی تلاش کرنے کی کوشش نہ کروٗ‘‘۔(52)

حضرت امام رازی بڑے عظیم مفسر قرآن گزرے ہیں ان کا قول ہے:

’’**الم** سورہ بقرہ کا دوسرا نام ہے۔ ایک نام بقرہ ہے اور دوسرا **الم** ہے‘‘۔(53)

امام مبردؒ تیسری صدی کے بڑے صوفی، نحوی اور لغت وادب کے امام تھے فرماتے ہیں کہ:

’’ان فصیح و بلیغ حروف مقطعات میں چیلنج ہے کہ اے دنیا والو یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے تم بھی اس جیسا کلام بنا کرلاؤ‘‘۔(54)

امام اخفش اور مفسر تفسیر خازن فرماتے ہیں کہ:

’’ہوسکتا ہے کہ حروف مقطعات قسم کے معنوں میں استعمال ہوتے ہوں‘‘۔(55)

حضرت عبداللہ بن عباس سے اس کا معنیٰ دریافت کیا گیا تو فرمایا:

''اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انا اللہ اعلم یعنی میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں''۔(56)

امام ماوردیؒ فرماتے ہیں:

''**الم** کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے **الم بکم** اوراس کی تفصیل ہے **نزل علیکم الکتاب** یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب نازل کی ہے''۔(57)

شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ:

''کل وجود خداوند تعالیٰ ہے جبرائیل علیہ السلام درمیان میں واسطہ ہے جو اللہ سے فیض لے کر ادھر پہنچاتا ہے اور آخرالوجود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اُن تک فیض پہنچانے کا واسطہ جبرائیل علیہ السلام ہیں''۔(58)

امام بیضاوی اس کی تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ

''حرف **الف** حلق کے انتہائی آخری حصے سے نکلتا ہے **لام** درمیان سے **م** ہونٹوں سے نکلتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ جس طرح یہ حروف آخر، اوسط اور ابتدائی حصے سے ادا ہوئے ہیں اسی طرح انسان کے کلام کی ابتدا اوسط اور آخر بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہونی چاہئے گویا امام بیضاوی نے حروف **الم** کو اللہ کے ذکر کے ساتھ مربوط کیا ہے''۔(59)

امام جلال الدین سیوطیؒ اور بہت سے مفسرین آخری بات یہ فرماتے ہیں **اللہ اعلم بمراده** کہ **الم** اور دیگر حروف مقطعات کی مراد اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔(60)

غرض صوفی عبدالحمید سواتی صاحب اس طرح تفسیر آیات کرتے ہوئے مفسرین کی بحثیں سامنے لاتے ہیں۔یہ بحثیں نہایت وقیع اور علمی ہیں۔

علمی بحثیں:

صوفی عبدالحمید سواتی کی تفسیر میں جابجا علمی بحثیں نظر آتی ہیں جن میں صوفی عبدالحمید نے بہت خوبصورتی علمی بحثیں کرتے ہوئے اپنی علمی استعداد کا اظہار کیا ہے۔

سورۃ الفاتحہ کی فضیلت کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس سورہ مبارکہ میں پانچ صفات ربوبیت کی اور پانچ صفات عبودیت کی بیان کی گئی ہیں۔ربوبیت کی پہلی صفت اسم ذات اللہ ہے اس کا ذکر سب سے پہلے ہوا دوسرے نمبر پر صفت رب ہے جس کا معنیٰ پرورش کر کے کسی چیز کو حد کمال تک پہنچاتا ہے۔خود انسان کی

پرورش اور ہر چیز کا ارتقاء اسی صفت رب کا مرہون منت ہے۔تیسری صفت رحمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہر ایک کو ہمیشہ شامل حال رہی ہے۔ چوتھی صفت رحیم یعنی خاص مہربانی ہے جو آخرت میں اُس کے فرمانبردار بندوں کونصیب ہوگی۔اس کے بعد پانچویں صفت مالک بیان ہوئی ہے کہ ہر چیز کا مالک خداوند کریم ہی ہے۔

اس سورہ مبارکہ میں عبودیت کی پانچ صفات بھی بیان ہوئی ہیں۔ پہلی صفت عبادت ہے ہر انسان کا اولین فریضہ ہے کہ وہ اپنے خالق اور مالک کے سامنے سر نیاز خم کردے۔ دوسری صفت استعانت بیان ہوئی ہے مخلوق کے لئے ہر دینی یا دنیاوی کام میں استعانت کی ضرورت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کوئی کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔لہٰذا انسان اللہ تعالیٰ کی استعانت کے محتاج ہیں۔عبودیت کی تیسری صفت طلب ہدایت ہے۔ یہ بھی ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے وگرنہ وہ کامیابی کی منازل طے نہیں کرسکتا۔ ہر اہل ایمان ہر نماز میں یہی دعا کرتا ہے۔ **اھدنا الصراط المستقیم** اے اللہ میری سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی فرما۔ پھر عبودیت کی چوتھی صفت طلب استقامت ہے۔راہ راست میسر آ جانے کے باوجود جب تک اُس پر استقامت نصیب نہ ہو انسان منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہر انسان کے لئے ایمان، توحید، صحیح عمل اور اخلاق پر قائم رہنا بھی ضروری ہے۔لہٰذا اس سورہ مبارکہ میں استقامت کو بھی طلب کیا گیا جو کہ بہت بلند چیز ہے۔اس کے بعد عبودیت کی پانچویں صفت نعمت کا طلب کرنا اور خدا تعالیٰ کے غضب و ناراضگی سے پناہ چاہنا ہے۔ یہ تمام صفات عبودیت بھی سورہ فاتحہ میں بیان ہوگئی ہیں۔ (61)

بہر حال اصول کافی میں لکھا ہے:

ان القراٰن الذی جآءَ به جبرئیل الی محمد ﷺ سبعة عشر الف اٰیة (62)

یعنی جس قرآن پاک کو جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد ﷺ پر لائے تھے اُس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔ یہ روایت بالکل جھوٹ کا پلندہ ہے کیونکہ قرآن پاک کی آیات کی تعداد جیسا کہ پہلے عرض کیا چھ ہزار سے کچھ زائد ہے۔شیعہ حضرات اس روایت سے گویا یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ باقی آیتیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین نے قرآن پاک سے خارج کردیں اس روایت سے صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین کی دیانت کو مجروح کرنا مقصود ہے جنہوں نے قرآن پاک کی جملہ آیات کو جمع کیا لکھوایا اور پھر آگے پھیلایا۔ یہ روایت حقیقت کے سراسر خلاف ہے''۔(63)

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی کا معاملہ بھی مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جیسا ہی ہے بابک خرمی اور متنبّی بھی

مدعیان نبوت ہوئے ہیں جنہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا جب اُس پر اعتراضات کی بوچھاڑ آئی تو کہنے لگا کہ میں ظلی نبی ہوں کبھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ مسیح موعود تو عیسیٰ ابن مریمؑ ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی حدیثوں کے پیش نظر ساری امت کا اتفاق ہے کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا پر نازل ہوں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت حضور اکرم ﷺ کے بعد نہیں بلکہ چھ سو سال پہلے کی ہے۔ جب وہ دنیا میں دوبارہ آئیں گے تو نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کے نائب کی حیثیت سے آئیں گے۔ جیسے امت کا کوئی مجدد ہوتا ہے وہ اپنا دستور تو نہیں چلائیں گے بلکہ حضور خاتم النبین ﷺ کی سنت اور لائی ہوئی کتاب پر ہی عمل کریں گے''۔ (64)

صوفی عبدالحمید سواتی اپنی تفسیر میں جہاں سائنسی معلومات مہیا کرنی ہوتی ہیں اُس پر بھی تفصیلی روشنی ڈالتے ہیں اور اُنکی تفسیر میں جدید سائنسی تحقیقات اور معلومات نظر آتی ہیں۔ مثلاً

ھوا الذی جعل الشمس ضیآء و القمر نورًا (65)

کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کائنات میں نہ صرف انسان بلکہ ہر جاندار سورج اور چاند سے مستفید ہو رہا ہے۔ جانداروں کے علاوہ نباتات، پودے، درخت اور کیڑے مکوڑے تک سورج کی ضیاء اور چاند کی روشنی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ نظام شمسی میں سب سے بڑا سیارہ سورج ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی روشنی اور حرارت رکھ دی ہے جو پورے نظام کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح چاند کی دھیمی اور ٹھنڈی روشنی ایک طرف انسانوں کے لئے روشنی مہیا کرتی ہے تو دوسری طرف پھلوں میں مٹھاس پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایسی خاصیت رکھی ہے کہ یہ انسان کی خدمت پر مامور ہیں۔ اللہ نے سورج کے لئے ضیاء کا لفظ استعمال کیا ہے جس کی روشنی تیز اور گرم ہوتی ہے اور چاند کو نور فرمایا کہ اس کی روشنی مدھم اور میٹھی ہوتی ہے۔ اس نظام شمسی میں اللہ نے سورج کی روشنی کو مستقل حیثیت دی ہے جبکہ باقی سیاروں کی روشنی سورج سے مستعار ہوتی ہے۔ چاند اور دیگر سیارے بذات خود روشن نہیں ہیں بلکہ جب سورج کی روشنی ان پر پڑتی ہے تو وہ بھی روشن ہو جاتے ہیں ان میں سے چاند کا مشاہدہ ہم ہر روز کرتے ہیں۔ جب سورج کی روشنی چاند پر پڑتی ہے تو پھر منعکس ہو کر اس کی شعاعیں زمین تک بھی پہنچتی ہیں۔

اب سائنس نے اس حد تک ترقی کر لی ہے کہ سورج کی حرارت سولر انرجی (Solar Energy) کو ایندھن کے طور پر استعمال کیا جانے لگا ہے جس طرح آج کل سوئی گیس عام گھروں میں ایندھن کے طور پر استعمال

ہوتی ہے۔اسی طرح کچھ عرصہ بعد سورج کی حرارت بھی خاص آلات کے ذریعے استعمال ہونے لگے گی۔ جب گیس کے ذخائر ختم ہو جائیں گے تو اس کی جگہ شمسی توانائی لے لے گی۔ پھر اس سے نہ صرف گھروں میں چولہے جلیں گے بلکہ بڑے بڑے کارخانے اور بھٹیاں بھی یہ توانائی استعمال کر سکیں گے۔اللہ نے سورج میں جلنے کا جو مادہ رکھا ہوا ہے یہ جب تک اللہ کو منظور ہے اسی طرح جلتا رہے گا اور نظام شمسی کی حدود میں روشنی اور حرارت پہنچاتا رہے گا۔

چاند بھی زمین کی طرح ایک ٹھوس کرہ ہے۔ چاند پر بھی بڑے بڑے صحرا، پہاڑ اور گڑھے ہیں مگر زمین کے برخلاف اس پر کوئی ندی نالہ نہیں۔ سیارہ چاند بالکل خشک ہے اور اسی لئے وہاں پر زندگی کے کوئی آثار موجود نہیں۔ جو لوگ اب تک چاند پر پہنچے ہیں وہ پانی اور خوراک کا ذخیرہ زمین سے لے کر گئے ہیں۔ چاند کے بعد دوسرے سیارے مریخ سے متعلق معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ وہاں پر سبزے کے آثار پائے جاتے ہیں مگر وہاں تک پہنچنے کے لئے ابھی کچھ کرنا ہوگا۔ابھی تک سائنسدان وہاں کی کچھ تصاویر ہی لینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ چاند کے علاوہ کچھ باقی سیارے زمین سے دور ہیں جن کی ساخت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ کوئی راکٹ اپنی تیز ترین رفتار سے اڑان کرے تو بھی اسے وہاں پہنچنے میں دو سال کا عرصہ درکار ہوگا۔ (66)

باطلہ رسوم اور بدعات پر تنقید:

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن میں ایک بات جو جا بجا نظر آئے گی وہ صوفی عبدالحمید کا بدعات کے حوالے سے تنقید کرنا ہے۔صوفی عبدالحمید سواتی اپنی تفسیر میں جا بجا رسوم باطلہ اور بدعات پر شدید تنقید کرتے ہیں اور اس کو سراسر غلط فعل شمار کرتے ہیں مثلاً ایک جگہ رسوم باطلہ پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمارے ملک میں دین کے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ آج کی بیشتر رسوم ہندوؤں سے ماخوذ ہیں خصوصاً موت کی رسوم منجملہ تیسرا، ساتواں، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ ہندوانہ رسمیں ہیں۔ آریاؤں کی آمد کے بعد برصغیر میں ہندو مذہب اختیار کر لیا گیا اور اُن کی رسوم صدیوں تک اس ملک میں جاری رہیں۔ پھر جب اسلام آیا تو یہی رسوم اسلام میں داخل ہو گئیں۔ شادی بیاہ کے سلسلہ میں گانا، سہرا یا جاگا وغیرہ سب ہندوؤں کی رسمیں ہیں۔ یہ چیزیں اسلام کے ساتھ عرب سے نہیں آئیں بلکہ یہاں پر دین میں داخل کر لی گئیں۔شب معراج اور دیگر مواقع پر چراغاں کی بیماری مجوسیوں کے راستے سے آئی کیونکہ وہ آگ کو مقدس جانتے تھے۔ ہندو بھی اپنی دیوالی اور دسیرے کے موقع پر چراغاں کرتے تھے۔ الغرض! جس طرح عیسائیوں اور یہودیوں نے غلط عقیدے اور رسوم اپنے دین میں داخل کر کے اصل دین کو بگاڑ دیا اسی طرح مسلمان بھی اس کام میں اُن سے پیچھے نہیں رہے''۔ (67)

اسی طرح وہ شادی بیاہ کی رسوم اور فوتگی کی رسوم، عرس، چڑھاوے وغیرہ پر جا بجا تنقید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔قبر پرستی کے بھی سخت خلاف ہیں اور بدعات پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اسی زمانے میں عبادات میں بھی بعض چیزوں کا اضافہ کرلیا گیا اور اس کو برا سمجھنے کی بجائے اعلیٰ درجے کی نیکی تصور کیا جاتا ہے۔بعض لوگ اقامت کے آخر میں **لاالٰہ الا اللہ** سن کر **محمد رسول اللہ** ﷺ کہہ دیتے ہیں یہ کلمات اگرچہ بابرکت ہیں مگر ان کی ادائیگی کا یہ موقع اور محل نہیں ہے لہٰذا ایسا کرنا بدعت میں شمار ہوگا۔

آج کل لوگ اذان سے قبل سپیکر پر زور زور سے صلوۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ ،صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین، تابعینؒ، تبع تابعینؒ یا بعد کے ادوار میں اس چیز کا کہیں ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ تو ماضی قریب میں ایجاد ہوا ہے۔غرضیکہ صلوۃ وسلام کا محل اذان سے پہلے ہرگز نہیں ہے اور اگر اذان کے بعد درود وسلام کا حکم ہے تو آہستہ آواز سے۔ ہر شے کا موقع اور محل ہوتا ہے اب اگر کوئی شخص غسل خانے میں کپڑے اتار کر درود شریف پڑھنے لگے تو گناہ گار ہوگا کہ یہ درود شریف کا محل نہیں ہے۔

بعض لوگ دھوکہ دیتے ہیں کہ ہر نئی چیز کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔اگر ایسا کرو گے تو موجودہ زمانے کی تمام ایجادات بدعت شمار ہوں گی جیسے لاؤڈ سپیکر، موٹریں، ریل گاڑیاں اور دیگر ضروریات زندگی جو اسلام کے ابتدائی دور میں تھیں۔حقیقت میں بدعت وہ کام ہے جس کا ثبوت کتاب وسنت، عمل صحابہ رضی اللہ اجمعین اور آئمہ مجتہدین کے اقوال میں موجود نہ ہو اور لوگ اس کو نیک کام اور باعث ثواب سمجھ کر انجام دیں۔ یہ ایجادات تو ضروریات زندگی ہیں جن کو کار ثواب کے طور پر نہیں کیا جاتا بلکہ یہ زندگی کی آسائشوں کا ذریعہ ہیں۔ پہلے بیلوں کے ذریعے کھیتی باڑی ہوتی تھی اب لوگ ٹریکٹر کا استعمال کر رہے ہیں۔ پہلے اونٹ اور گھوڑے پر سواری ہوتی تھی اب موٹریں، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز ہیں۔ پہلے تلوار اور تیر کے ساتھ جنگ ہوتی تھی اب بندوق، توپ، گولہ بارود اور ٹینک ایجاد ہو چکے ہیں۔ یہ چیزیں بدعت کی تعریف میں نہیں آتیں۔ بدعت وہ ہے جو نیکی کا کام کار ثواب کے طور پر کیا جائے مگر قرون اولی میں وہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچا ہو''۔(68)

خلاصہ بحث:

صوفی عبدالحمید سواتی نے قرآنی مضامین کو مختصراً مگر انتہائی عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔چونکہ یہ عوامی دروس ہیں اس لئے ان میں لفظی مباحث اور صرف ونحو کے قواعد کی بحث کم ہے۔قرآن، احادیث اور مسلک سلف کے مطابق یہ تفسیر سادہ، عام فہم اسلام کے بنیادی عقائد کی توضیح وتبیین کرتی ہے۔اس میں مسلمانوں کی بنیادی

خامیوں کی نشاندہی اور باطل نظام ہائے حکومت پر بے لاگ تبصرہ ہے۔ قصص کا مربوط سلسلہ، فلسفۂ ولی اللہی، ضروری فقہی، سیاسی، اقتصادی و معاشرتی مسائل اور عصر حاضر میں اُن کا حل اور اسی طرح کی مفید بحثیں ہیں۔ لہو و لعب، عیاشی، فحاشی، عریانی کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ یہ تفسیر موجودہ دور کی بدعات کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنا ایک منفرد مقام حاصل کرنے میں نظر آتی ہے۔ تاہم یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن میں آج کے معاشی، سائنسی اور عصری مسائل کو کما حقہ بیان کر کے اُن کا حل پیش بین کیا گیا۔

حوالہ جات

1۔ سواتی، عبدالحمید، صوفی، تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ، 2004ء، ص75، ج1

2۔ ایضاً

3۔ ابن کثیر، عماد الدین، ابوالفدا، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ دار الکتب المصریۃ، 1350ھ، ص5، ج1

4۔ ایضاً

5۔ ایضاً

6۔ سواتی، صوفی عبدالحمید، تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ص75، ج1

7۔ ایضاً

8۔ ایضاً، ص2، ج1

9۔ ایضاً، ص56، ج2

10۔ القرآن، 18:59

11۔ تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ص275، ج18

12۔ ایضاً، ص342، ج16

13۔ ایضاً، ص93، ج2

14۔ مسلم بن حجاج، القشیری نیشاپوری، الصحیح المسلم، ومع شرح الکامل لنووی، قدیمی کتب خانہ کراچی، س ن، ص 310، ج1

15۔ بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسمٰعیل، مترجم مولانا ظہور الباری اعظمی، صحیح بخاری، اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور، س ن، ص331، ج1

16۔ سواتی، صوفی عبدالحمید، تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ص82، ج2

17۔ مسلم بن حجاج، القشیری، نیشاپوری، الصحیح مسلم، ومع شرح الکامل للنووی، ص308، ج1

18۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، شمائل ترمذی، فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، س ن، ص528

19۔ ایضاً،ص315

20۔ سواتی،عبدالحمید،صوفی،تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن،ص432-430،ج20

21۔ القرآن،87:21

22۔ ایضاً

23۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت گجر گلی موچی دروازہ لاہور، اگست 1966ء،ص 312،ج2

24۔ مفتی،محمد شفیع،مولانا،معارف القرآن،ادارۃ المعارف کراچی نمبر14،فروری1975ء،ص570،ج4

25۔ سواتی،عبدالحمید،صوفی،تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن،ص201،ج2

26۔ القرآن،215:2

27۔ سواتی،عبدالحمید،صوفی،تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن،ص329،ج3

28۔ ایضاً،ص285،ج4

29۔ سواتی،عبدالحمید،صوفی،تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن،ص391،ج4

30۔ القرآن،4:1

31۔ دہلوی،شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ،ص137،ج1،نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی 1312ھ

32۔ القرآن(البقرہ)153:2

33۔ سواتی،عبدالحمید،صوفی،تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن،ص70-69،ج3

34۔ سندھی،مولانا عبیداللہ،قرآنی دستور انقلاب،ادارہ نشریات اسلام اردو بازار لاہور،س ن،ص139-138

35۔ سواتی،عبدالحمید،صوفی،تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن،ص410،ج3

36۔ القرآن،233:2

37۔ القرآن،15:46

38۔ سواتی،عبدالحمید،صوفی،تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن،ص415-414،ج3

39۔ القرآن،246:2

40۔ سواتی، عبدالحمید، صوفی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ص162، ج4

41۔ القرآن، 1:65

42۔ سواتی، صوفی عبدالحمید، تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ص491، ج18

43۔ ایضاً، ص423، ج3

44۔ القرآن، 102:2

45۔ سواتی، صوفی عبدالحمید، تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ص365-366، ج2

46۔ القرآن، 1:2

47۔ سواتی، صوفی عبدالحمید، تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ص35-41، ج2

48۔ شاہ ولی اللہ، دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ص73-74، ج1

49۔ رازی، محمد بن عمر بن حسین فخر الدین، تفسیر کبیر، مکتبہ بھیۃ المصریہ میدان الازھر المصر، ص3، ج2

50۔ ایضاً، ص3، ج2

51۔ ایضاً، ص3، ج2

52۔ ایضاً، ص2، ج2

53۔ ایضاً، ص2، ج2

54۔ ایضاً، ص6، ج2

55۔ ایضاً، ص7، ج2

56۔ طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تفسیر طبری، دار المعرفہ، بیروت لبنان، س ن، ص88، ج1

57۔ رازی، محمد بن عمر بن حسین فخر الدین، تفسیر کبیر، ص7، ج1

58۔ ابن عربی، ابی بکر محمد بن عبداللہ، تفسیر احکام القرآن، مکتبہ دار الفکر بیروت، س ن، ص9، ج1

59۔ البیضاوی، ناصر الدین، ابی الخیر عبداللہ بن عمر، تفسیر بیضاوی، مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر، س ن، ص88، ج1

60۔ المحلی جلال الدین، سیوطی، جلال الدین، تفسیر جلالین، مکتبہ طبع قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، 1368ھ، ص4، ج1

61۔ سواتی، عبدالحمید، صوفی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ص86-87، ج1

62۔ مجلسی، ملا محمد باقر، اصول کافی، مطبوعہ دار الکتب اسلامیہ تہران، 1391ھ، ص634، ج2

63۔ سواتی، صوفی عبدالحمید، تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ص83، ج1

64۔ ایضاً، ص285، ج15

65۔ القرآن، 5:10

66۔ سواتی، عبدالحمید، صوفی، تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ص49-50، ج10

67۔ ایضاً، ص225، ج4

68۔ ایضاً، ص156-157، ج18